

أردو حمد میں ہیبتی تنوع

Structural Diversity in Urdu Hamd

رضوانہ عنایت*
 ڈاکٹر رخسانہ بی بی**

Abstract:

Hamd” is an Arabic word which means praise to be God. It is a form of poetry, which in turn is attributed to the praise of Allah. In classical poetry, there are many forms in terms of the structure of the poem. The use of different stanzas for writing “Hamd” is also a feature of Urdu poetry. A critical review has been made which were used by various poets while writing “Hamd”. This paper has been explained with arguments that the paraphrase of the “Hamd” is not only focused on one entity but consists of several technical aspects.

Keywords: Hamd. classical poetry. structure . Critical review. Technical aspects.

خالق عظیم نے اس کائنات کو تخلیق کیا اور اس دنیا کو جنگلوں ، پہاڑوں ، دریاؤں ، سمندروں ، کہکشاؤں سے سجا دیا اور ان شیاؤں کے درمیان انسان کو اتارا اور اسے عقل کی نعمت سے سرفراز کیا کہ وہ اس کائنات کی تخلیق پر غور و فکر کرے اور اس کے بنانے والے کی قدرت قوت اور بے اندازہ اختیارات کو جان سکے اور اس کی تعریف میں رطب اللسان رہے اور خدا کی یہی تعریف حمد کہلاتی ہے ۔

* پی ایچ ڈی، سکالر، شعبہ اردو، گورنمنٹ کالج وومن یونیورسٹی، فیصل آباد
 ** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو گورنمنٹ کالج وومن یونیورسٹی، فیصل آباد-rukhsanabaloch@gcwuf.edu.pk

رفیع الدین ہاشمی اصناف ادب میں لکھتے ہیں:

”حمد کے معنی اللہ تعالیٰ کی تعریف کے ہیں۔ اصطلاح میں حمد وہ نظم ہوتی ہے جس میں باری تعالیٰ کی صفات اور عظمت و قدرت کا بیان ہوتا ہے اور اس کی ہمہ پہلو تعریف کی جاتی ہے۔ حمد کا موضوع اتنا ہی وسیع اور متنوع ہے جس قدر خدا اور اس کی کائنات گویا اس کی وسعت کی کوئی انتہا نہیں۔“ (۱)

حمد عربی زبان کا لفظ ہے۔ حمد اپنے معنی میں وسیع ہے اور صرف رب کائنات کے لیے ہے کسی مخلوق کی تعریف و توصیف کو حمد کا نام نہیں دیا جا سکتا۔ کوئی مادی و عناصری پیکر حمد کے دائرہ کار میں نہیں آتا۔ حمد ثنائی جمیل ہے اس ذات محمود کی جو خالق سماوات والارض ہے جس کی کار فرمائی کے ہر گوشے میں رحمت و فیضان کا ظہور اور حسن و کمال کا نور ہے۔ اس خدائے واحد کی خوبی و کمال اور اس کی بخشش و فیضان کے اعتراف میں جو بھی تمہیدی و تمجیدی نغمے گائے جائیں گے ان سب کا شمار حمد میں ہوگا۔ حمد اس کی بیان کی جاتی ہے جس میں خوبی ہو، کمال ہو، حسن ہو، جمال ہو۔ نقص اور عیب کوئی نہ ہو۔ فطرت کائنات کے مشاہدہ و مطالعہ پر انسان محو حیرت کیوں ہوتا ہے اس لیے کہ اسے کہیں کوئی نقص و عیب نظر نہیں آتا۔ سورۃ ملک میں ارشاد ہے:

”مَا تَرَىٰ فِي خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ فَاَرْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ (۳) ثُمَّ اَرْجِعِ الْبَصَرَ كَرِّيْنٍ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ حٰسِئًا وَ هُوَ حَسِيْرٌ“ (الملك آیت ۳-۲)

ترجمہ ”تو اللہ کی تخلیق میں کوئی فرق نہ دیکھے گا پھر دوبارہ نگاہ لوٹا کر (دیکھ) کیا تو کوئی شگاف دیکھتا ہے، پھر دوبارہ نگاہ لوٹا کر دیکھ وہ تیری طرف خوار ہو کر تھکی ماندہ لوٹ آئے گی۔“

کائنات کے ذرے ذرے کا مکمل بے عیب اور وسعتوں میں پھیلے ہوئے ہونا انسان پر حیرت طاری کر دیتا ہے۔ حیرت کا یہی وہ مقام ہے جہاں تخلیق کے راز کھلتے ہیں اس حیرت کا راز فاتحہ کا پہلا بول ”الحمد لله“ حل کر دیتا ہے کہ بڑائی اس کے لیے، مدح و ثنا صرف اس کے لیے ہے۔ جو ”اللہ“ ہے، جو ہے ہی حمد کے قابل۔ سورۃ فاتحہ کے پہلے بول ”الحمد لله“ نے ہی تمام تر فطرت ہستی کو سمیٹ لیا ہے تو آیات کے باقی بول اپنے اندر معانی و مفاہیم کی کیا وسعت رکھتے ہوں گے۔ کائنات کی ہر شے خواہ وہ جاندار ہو یا بے جان خالق حقیقی کی ثناء خوانی میں مصروف ہے۔ قرآن کریم میں بیان ہے:

”يُسَبِّحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ“ (جمعہ آیت: ۱)

ترجمہ ”تسبیح کر رہی ہے اللہ کی ہر وہ چیز جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے۔“

ابتدائے آفرینش سے اللہ کی ہر مخلوق اپنے رب کی حمد اور پاکیزگی بیان کر رہی ہے اور کرتی رہے گی۔ سورۃ الکہف میں ارشاد ہے:

”قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مَدَادًا لَّكَلِمَاتِ رَبِّي لَنَفَذَ الْبَحْرُ قَبْلَ أَنْ تَقْدَمَ كَلِمَاتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهِ مَدَدًا“ (الکہف آیت: ۱۰۹)

ترجمہ ”اے نبی کہہ دیجئے اگر میرے رب کی صفات لکھنے کے لیئے سمندر سیاہی بن جائیں تو بھی میرے رب کی صفات ختم نہ ہوں۔ بلکہ سمندر ختم ہو جائیں۔ اگرچہ اتنے ہی سمندر شامل ہوں۔“

سورۃ لقمان میں ارشاد ہے:

”وَلَوْ أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمْدُءُ مِنْ بَعْدِهِ سَبْعَةُ آبِحُرٍ مَا نَفَذْتُ كَلِمَاتِ اللَّهِ“ (لقمان آیت: ۲۴)

ترجمہ: ”اگر روئے زمین کے تمام درختوں کے قلم بن جائیں اور اللہ کی صفات لکھی جائے تو صفات ختم نہ ہوں۔“

الحمد کا ذکر قرآن پاک میں کم و بیش ۳۸ بار آیا ہے۔ اس سے حمد کی وسعتوں کا پتہ چلتا ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور رفعتوں کے ذکر کے ساتھ جہاں بھی تعریف کی ضرورت محسوس ہوئی حمد کی آیات نازل ہوئیں، لا مکاں کی لا محدود ذات اگرچہ کسی تعریف کی محتاج نہیں، پھر بھی قدرت کے تمام مظاہرات اس ذات وحدہ لا شریک کی حمد بیان کرتے ہیں۔ اس حسن و لایزاں نے اظہار ذات کے طور پر اپنی صفات کا عکس کائنات کے ذرے ذرے میں رکھ دیا ہے جن و ملک بھی اس سے بے اعتناو بے نیاز نہیں۔ چرند، پرند، درند اپنی اپنی مخصوص بولیوں اور آوازوں میں نہایت جذب آفریں حمد و ثنا پیش کر رہے ہوتے ہیں۔ پوری کائنات اللہ تعالیٰ کا صحیفہ ہے۔ بقول شیخ سعدی:

”ہر برگ سبز معرفت کردگار کا ایک دفتر ہے۔“

نجم و شجر سر بہ خم ہو رہے ہوتے ہیں غرض ہر شے اس کی تسبیح و تحمید میں مشغول نظر آتی ہے اور اپنی حیات کا ثبوت پیش کر رہی ہوتی ہیں۔ اس حقیقت

کو اردو کے ایک نامور شاعر علامہ ثاقب کا نپوری نے کس عشقیہ اور پاکیزہ لہجے میں بیان کیا ہے -

ہر منظر رنگین میں تجھے پایا ہے میں
نے
کھاتا ہوں قسم دل کسی شام و سحر کی
پھولوں کی مہک ہو یا بجلی کی کڑک ، دریا کی روانی ہو یا صحرا کی بچی
ہوئی چادر ، ذروں کی چمک ہو یا پہاڑوں کا غرور ، دھوپ کی تپش ہو یا شجر سایہ
دار ، چڑیوں کی چہکار ہو یا موسموں کی للکار ، الغرض کن کی تفسیر میں آنے
والے ہر شے اپنے رب کی حمد بیان کرتی ہے - بقول اقبال:

سب حمد تجھے ہی زیبا ہے تو رب ہے
سارے جہانوں کا
سب سورج چاند ستاروں کا سب جانوں کا
ہے جانوں کا

اللہ رب العزت کی تخلیقات کا شمار ناممکن ہے - اب جو بھی تخلیق ہماری
نظر سے گزرتی ہے اسے دیکھ کر سبحان اللہ کہہ دینا بھی حمد ہے - جس کا
مقصد اس شاہکار کے خالق کی عظمت و برتری کا اعتراف کرنا ہوتا ہے -
ابوالاعجاز حفیظ صدیقی لکھتے ہیں :

”رب جلیل کی الوہیت اور ربوبیت کا اظہار توحید
کا اقرار اس کی صفات ، جلال و جمال ، اور قدرت کاملہ کا
بیان اور اس کے الطاف و عنایات کا تذکرہ حمد کے عام
مضامین ہیں۔ شاعر کا اظہار عبودیت ، اعتراف معاصی اور
طلب مغفرت جیسے مضامین بھی اصولاً حمد کے دائرے میں
داخل ہیں -“ (۲)

اللہ تعالیٰ کی تعریف و ثنا کوئی نئی چیز نہیں اس کی ابتداء تخلیق کائنات کے
آغاز سے ہوئی حمد گوئی اور حمد خوانی کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنا اس
کائنات کا عدم سے وجود میں آنا - اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حمد کا لفظ
کہاں سے شروع ہوا -

امام بیہقی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ
حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا : کہ اللہ تعالیٰ نے مٹی سے حضور آدم علیہ السلام
کا پتلا بنایا اور ان کی صورت بنائی، پھر اس کو چھوڑ دیا حتیٰ کہ وہ پتلا خشک
ہو کر کھنکھناتی ہوئی مٹی کی طرح ہو گیا -

”خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ“ (رحمن آیت: ۱۳)

ترجمہ: ”یعنی انسان کو ٹھیکری کی طرح کھنکھاتی مٹی سے بنا دیا۔“

پھر ذات باری تعالیٰ نے اس پتلے میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی جس کا اثر سب سے پہلے ان کی آنکھوں اور نتھنوں میں ظاہر ہوا۔ ان کو چھینک آئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو الحمد للہ کہنے کا القا فرمایا۔ انہوں نے الحمد للہ کہا، اس طرح ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام نے عدم سے وجود میں آنے کے بعد حمد کا پہلا کلمہ اپنی زبان سے ادا کیا۔ ”وہ الحمد للہ“ تھا۔ یہی وہ کلمہ ہے جو سب سے پہلے انسان اول کے قلب پر ذات حق تعالیٰ کی جانب سے اتارا گیا۔ یہ سنت آج تک جاری ہے۔ اور ہر مسلمان کو چھینک آنے پر الحمد للہ کہنے کا حکم ہے۔^(۳)

اللہ تعالیٰ جل شانہ کی نہ کوئی ابتدا ہے، نہ انتہا اور حمد اللہ تعالیٰ کی وحدت صفات اور احسانات کے تزکار کا ایک سلسلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ہر شے کا معبود قرار دینا اور پھر کائنات میں صرف اسی کو موجود تصور کرنا کہ وہ وہی کل کائنات کا معبود ہے جس کو ہم اللہ کہتے ہیں، اسی کے آگے سر جھکاتے ہیں، اسی کا نام جیتے ہیں، اسی کا ہمارے دلوں پر تسلط ہے۔ ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط لکھتے ہیں:

”اللہ کی ذات محیط مطلق کائنات ہے ذرے ذرے میں اس کا ظہور اور آفتاب و ماہتاب میں بھی اس کا نور جلوہ گر ہے۔“^(۳)

حمد ازل سے لکھی جا رہی ہے اور ابد تک لکھی جائے گی۔ کوئی شعری مجموعہ چھپتا تو اس میں ایک حمد اور ایک دو نعتیں ہوتیں، باقی دوسرے موضوعات پر کلام ہوتا لیکن شاعر ہو یا نثر نگار حمد باری تعالیٰ کو اپنی تخلیق کا نقطہ آغاز اور اس عمل کو وہ اپنا فرض اولین خیال کرتے ہیں۔ اردو زبان میں بھی جب سے شاعری کا آغاز ہوا تبھی سے حمد لکھی گئی۔ اور حمدیہ اظہار میں مسلمانوں کے شعر و ادب کا ایک دقیق سرماہ موجود ہے اور گزرتے ہوئے ہر لمحے کے ساتھ اس میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے اگرچہ اس کے اظہار کے لیئے مختلف شعراء نے مختلف انداز اختیار کیئے ہیں۔ تاہم حمدیہ کلام مشرقی اصناف (غزل، نظم، قطعہ، مستزاد، مثنوی، رباعی، مایا، دوبے، مثلث تا معشر) اور مغربی اصناف (سانٹیٹ، ہائیکو) وغیرہ میں موجود ہے۔

اور مختلف شعراء نے شاعری کی ان مختلف اصناف میں حمد لکھ کر خدائے رب ذوالجلال سے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کیا ہے۔

نظم

نظم شعری اظہار کے اس پیکر یا ڈھانچے کو کہتے ہیں جس میں شاعر کسی خیال یا فکر کو بحر کی پابندی کے ساتھ اپنے اظہار کا وسیلہ بناتا ہے نظم میں خیال کا تسلسل ہوتا ہے۔ اور پھر وہ خیال ایک مضبوط فکر کے طور پر نظم کے اختتام پر اس طرح واضح ہوتا ہے کہ پڑھنے والا اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ بیان کے لحاظ سے نظم کو نثر پر فوقیت حاصل ہے۔

ڈاکٹر وزیر آغا نظم کے بارے میں لکھتے ہیں:

”نظم کے پیکر کی خصوصیات اس کی اکائی ہوتی ہے اور نظم کا ہر مصرع اپنی مجرد حیثیت سے محروم محض ایک مرکزی خیال کی تعمیر میں صرف ہوتا ہے“ (۵)

اردو شعرا نے حمد کے عنوان سے بہت سی نظمیں لکھیں جن میں سے ایک

پیش خدمت ہے۔

مولوی محمد اسمعیل میرٹھی

تعریف اس خدا کی جس نے
جہاں بنایا
کیسی زمین بنائی، کیا آسمان بنایا
پیروں تلے بچھایا کیا خوب فرش
خاکی

اور سر پہ لاجوردی اک سائباں
بنایا
مٹی سے بیل بوٹے کیا خوش
نما گائے

پہنا کے سبز خلقت ان کو
جواں بنایا
سورج سے ہم نے پانی گرمی
بھی روشنی بھی
کیا خوب چشمہ تو نے اسے
مہرباں بنایا
یہ پیاری پیاری چڑیاں پھرتی ہیں
جو چہکتی
قدرت نے تیری ان کو تسبیح

خو اں بنایا
 آب رواں کے اندر مچھلی بنائی
 تو نے
 مچھلی کے تیرنے کو آب
 رواں بنایا

غزل

غزل عربی زبان کا لفظ ہے لیکن شاعری کی ایک مخصوص صنف کی حیثیت سے غزل عرب کی پیداوار نہیں یہ جنسِ گراں ایران میں پیدا ہوئی۔ وہیں اس کا بازار گرم ہوا اور وہیں سے ہندوستان آخر اردو میں رواج پایا۔ غزل وہ صنف شعر ہے جس کے ہر شعبہ میں ایک مکمل مفہوم ادا ہوتا ہے۔ یہ صنف ہر دور میں مقبول رہی ہے اور ا یہ ان تاثرات کیفیات اور جذبات کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ جس کا براہ راست تعلق دل کی دھڑکنوں سے ہوتا ہے بلکہ غزل مہذب جذبے اور خیال کے بنیادی تاثر کی سب سے ارتقاء پذیر شکل کا نام ہے۔

فراق گورکھ پوری کے خیال میں:

” غزل انتہاؤں کا ایک سلسلہ ہے یعنی حیات و کائنات کے وہ مرکزی حقائق جو انسانی زندگی کو زیادہ سے زیادہ متاثر کرتے ہیں۔ تاثرات کی انہی انتہاؤں یا منتہاؤں کا مترنم خیالات و محسوسات بن جانا اور مناسب ترین یا موزوں ترین الفاظ و انداز بیان میں ان کا صورت پکڑ لینا اسی کا نام غزل ہے۔“ (۶)

غزل مخصوص عناصر ترکیبی پر مشتمل ایک مخصوص ہیئت رکھتی ہے۔ جس میں سوز و گداز، عشق و عاشقی اور درد و کسک کے مضامین ادا کیے جاتے ہیں۔ غزل عام طور پر پانچ سے ستائیس اشعار تک ہوتی ہے۔ اور سارے اشعار ہم قافیہ و ہم ردیف ہوتے ہیں ایک غزل میں ایک ہی بحر استعمال ہوتی ہے، غزل میں ہمارے یہاں شروع ہی سے ہر طرح کا مضمون بیان ہوتا رہا ہے۔ غزل کے مضامین لا محدود ہیں۔ اس صنف میں تقریباً ہر شاعر نے حمد کو بیان کیا ہے۔

میر تقی میر:

تھا مستعار حُسن سے اس کے جو
 نور تھا
 خورشید میں بھی اسی کا ذرہ ظہور

تھا
ہنگامہ گرم کن جو دل ناصبور تھا
پیدا ہر ایک نالے سے شور نشور تھا
پہنچا جو آپ کو تو میں پہنچا خدا
کے
معلوم اب ہوا کہ بہت میں بھی
دور
تھا
آتش بلند دل کی نہ تھی ورنہ اے
کلیم
یک شعلہ برقِ خرمنِ صد کوہِ طور
تھا

قطعہ

قطعہ کے لغوی معنی ہے ”ٹکڑا“، ”جزو“ اصطلاح میں اس نظم کو کہتے ہیں جس میں کوئی خیال یا واقعہ مسلسل بیان کیا گیا ہو ضروری نہیں ہے کہ غزل اور قصیدے کی طرح قطع کا پہلا شعر مطلع ہو۔ قطعہ میں دو یا دو سے زیادہ اشعار ہوسکتے ہیں بلکہ قطعہ میں اشعار کی تعداد مقرر نہیں ہے۔
نور اللغات میں قطعہ کی تعریف یوں بیان کی گئی ہے:

”دو بیتوں یا اس سے زیادہ کو جو مضمون کے اعتبار سے ایک دوسرے کے متعلق ہوں قطعہ کہتے ہیں۔ قطعہ دو شعر سے کم نہیں ہوتا۔ اور زیادہ کی کوئی حد معین نہیں قطعہ میں مطلع نہیں ہوتا۔ مطلع اور اخیر مصرع ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ قطعہ کے پہلے مصرعے میں قافیہ لانا معیوب ہے۔ قطعہ اس واسطے کہتے ہیں کہ وہ غزل یا قصیدہ کا ٹکڑا ہوتا ہے اگر مطلع دور کر دیا جائے۔“ (4)

اُردو شاعری میں قطعہ بہت مقبول صنف شاعری ہے۔ اُردو قطععات صرف موضوع اور مواد کے اعتبار سے ہی نہیں بلکہ فنی خوبیوں اور اسلوب کی سادگی کی وجہ سے بھی لائق مطالعہ ہیں۔ مختلف شعراء نے حمدیہ قطععات بھی لکھے ہیں۔ جو درج ذیل ہیں۔

حافظ کرناٹکی

چلتی ہے تیرے حکم کی قوت

بے عیب و بے نیاز ہے برتر

کائنات	سے	ذات	تیری	بے
تیرے ہی دست فیض سے ہم کو		دل کو	دل کے تونے	دل دے
حیات	ملی	دیا	سکھا	دھڑکنا

نچھاور	سب رشتے ہیں	میں	ہاتھ محفوظ ہیں	ہاتھوں
پر	ترے اک رشتے	ہے اللہ	قلم	بے اللہ
جس کا تو ہے اسے کس بات	کا	یہ تیرے شان کریمی کا کرم	بے اللہ	بے اللہ

مستزاد

مستزاد کے معنی ہیں زیادہ کیا گیا۔ اصطلاح میں اس غزل یا رباعی کو کہتے ہیں جس کے مصرعوں پر ایک ایک موزوں فقرہ بڑھا دیا جائے۔ جو فقرہ بڑھا دیا جاتا ہے اس کے لیے شرط ہے کہ وہ جس مصرعے پر بڑھایا جائے اسی کے وزن میں ہو۔

ابوالاثر حفیظ صدیقی مستزاد کے بارے میں لکھتے ہیں:

”مستزاد بیت کے اعتبار سے اردو اور فارسی شاعری کی ایک صنف ہے صورت اس کی یہ ہے کہ غزل یا مسمط یا رباعی کے ہر مصرع کے آخر میں ایک ٹکڑا اس مخصوص وزن کی مناسبت سے اضافہ کر دیا جاتا ہے۔“ (۸)

خواجہ میر درد کی رباعی مستزاد جس میں حمد بیان کی گئی ہے۔ درج ذیل ہے:

اے درد شب قدر ہے ہر زلف	گر دل سے ہو
-------------------------	-------------

سیاہ	راہ
------	-----

پر خط میں لکھی ہوئی ہیں	ٹک کر تو
-------------------------	----------

آیات الہ	نگاہ
----------	------

جوں آئینہ حیران ہوں میں	بے عشق گواہ
-------------------------	-------------

سرتاپا	اللہ اللہ
--------	-----------

آتا ہے نظر حسن میں جلوہ	
-------------------------	--

کیا	کیا
-----	-----

مثنوی

ڈاکٹر گیان چند کے بقول:

”اصناف شعر میں مثنوی کا دامن سب سے زیادہ وسیع ہے۔
یہ اپنے عصر کی ذہنی اور سماجی زندگی کے تاثرات کا
مخزن ہوتی ہے۔“^(۹)

مثنوی اس طویل نظم کو کہتے ہیں۔ جس میں کوئی واقعہ یا کوئی قصہ تسلسل کے ساتھ بیان کیا گیا ہو۔ مثنوی ایک بیانیہ صنف ہے اس میں خیال مربوط رہتا ہے۔ بات سے بات نکلتی ہے اور قصہ بتدریج آگے بڑھتا ہے۔ مولانا الطاف حسین حالی نے اس صنف کو سب سے زیادہ کارگر بتایا ہے۔ اور اس پر اظہار افسوس کیا ہے کہ اردو شاعری میں مثنوی پر اتنی توجہ نہیں دی گئی۔ جتنی توجہ کی یہ مستحق تھی۔ مثنوی میں پندو نصائح، اخلاق و کردار، فلسفہ و افکار ہر چیز کے لیے بھر پور گنجائش ہے۔ ہر شاعر نے مثنوی کے آغاز میں حمدیہ اشعار بیان کیے ہیں۔

کروں پہلے تو حید یزداں رقم
جھکا جس کے سجدے میں اول
قلم

سر لوح پہ رکھ بیاض جبین
کہا دوسرا کوئی کوئی تجھ سا
نہیں

قلم سے شہادت کی انگلی اٹھا
ہوا حرف زن یوں کہ رب العلا
نہ ہے کوئی تیرا نہ ہوگا
شریک

تری ذات ہے وحدہ لا شریک

رباعی

رباعی اصناف شاعری میں بڑی عجیب دلکش اور نرالی صنف جو فارسی
ارو وزبانوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ رباعی چار مصرعوں پر مشتمل ہوتی ہے۔
حافظ محمود شیرانی لکھتے ہیں:

”رباعی کی ابتدا فارسی سے ہوئی نہ کہ عربی سے اس
لیے اس کا نام رکھنے میں عربی خوانوں نے چہار بیٹی کی
تقلید کی“^(۱۰)

مختصر ہونے کے باوجود اس میں دلکشی اور جاذبیت پائی جاتی ہے رباعی میں
خیال کے خوبصورت اظہار کے لیے ضروری ہے کہ اس میں چاروں مصرعے

زنجیر کی کڑیوں کی طرح باہم مربوط ہوں۔ رباعی کے شاعرانہ حسن کے لیے پہلے فقروں میں ایسی سادہ اور لطیف فضا تیار کرتے ہیں جن سے سامع اکثر بے خبر رہتا ہے لیکن یہی سادہ اور پرکار فضا جب چوتھے مصرعے میں ڈرامائی انداز میں سامنے آتی ہے تو بڑی متحیر اور پراثر بن جاتی ہے۔ بہت سے شعرا نے حمدیہ رباعیاں لکھی ہیں۔ مثلاً میرا نیس:

گلشن میں صبا کو جستجو	تیری
تیری	ہے
ہر رنگ میں جلوہ ہے تیری	ہے
صورت	کا

مولانا الطاف حسین حالی:

کانٹا ہے ہر اک جگر	حلقہ ہے ہر اک گوشہ میں
میں اٹکا	اٹکا
تیرا	تیرا
مانا نہیں جس نے تجھ کو	بھٹکے ہوئے دل میں بھی ہے
جانا	کھٹکا
ہے	تیرا
ضرور	

ماہیا

ماہیا سر زمین پنجاب کا عوامی گیت ہے اس میں عوام کے جذبات احساسات اور خواہشات کا خوبصورت اور براہ راست اظہار ملتا ہے۔ عوام نے اپنی امنگوں، آرزوؤں اور دعاؤں کو اس شاعری کے ذریعے سینہ بہ سینہ آگے بڑھایا۔ اور زندہ رکھا۔ اس لیے یہ عوامی گیت اپنی ظاہری صوت میں انفرادی ہونے کے باوجود اپنی سو سائٹی کی ترجمانی کرتا ہے۔ چراغ حسن حسرت نے ۱۹۳۷ء میں پنجابی ماہیے کے حسن سے متاثر ہو کر اردو میں چند ماہیے کہے لیکن اس میں انہوں نے وزن کی نزاکت کا خیال نہیں رکھا۔

ریاض احمد لکھتے ہیں:

” ماہیا پنجابی زبان کی ایک مقبول دھن ہے۔ اس کے بول عوامی فنکاروں کے ترتیب دیے ہوتے ہیں۔ جن سے مقصداً کسی عروسی وزن کی پابندی کا تقاضا ظاہر ہے کہ بے سود ہے۔ تاہم ان بولوں کے آہنگ میں عروسی وزن کی تلاش کچھ اتنا بے معنی عمل بھی نظر نہیں آتا۔“ (۱۱)

بہت سے شعراء نے زندگی کے معاملات بیان کرنے کے ساتھ ساتھ حمد نعت منقبت پر بھی ماہیے لکھے ہیں۔

امین خیال	نذیر فتح پوری
سب جگ کا تو پالک	ہے سارا کمال اس
ہے	کا
ہر شے پر قادر	ایسا جمالی وہ
ہر شے کا تو مالک ہے	ہر شے میں
	جلال اس کا

عاصی

کشمیری

تعریف سدا تیری
رہتی ہے ہونٹوں
پر
سب حمدو ثنا
تیری

دوبا

یہ عروضی صنف ہے جو ایک شعر کے برابر ہوتی ہے۔ اس کے ہر مصرعے میں ۲۳ ماترائیں ہوتی ہیں۔ اس کے دو مصرعے ہوتے ہیں جو غزل کے ہم قافیہ ہوتے ہیں غزل کے ہر شعر کی طرح ہر دو ہا بھی دو مصرعوں میں ایک مکمل نظم کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس میں زیادہ تر مقامی الفاظ کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اور غیر مانوس الفاظ سے احتراز کیا جاتا ہے۔

یہ صنف اول شمالی ہند میں بابا فرید اور امیر خسرو کے ہاں دکھائی دیتی ہے۔ پھر دکن سے بعض صوفی شاعروں کے جلوہ دکھاتی ہے۔ اس کے بعد بہت حد تک عدم التفات کا شکار ہو جاتی ہے۔ حمدیہ دوبے پورے ادب میں اٹے میں نمک کے برابر ہیں۔

وکی پیڈیا پر دوبے کی تعریف کچھ یوں کی گئی ہے:

"Doha is a couplet consisting of two lines, each of 24 instants matras" (۱۳)

طاہر سلطانی کا حمدیہ دوہا:

اس کی دھرتی امیر دریا اور سمندر صحرا
وہ ہے مصور سب سے سندر رنگ بھرے
ہے گہرا

فرد

اس میں کل ایک بیت یا دو مصرعے ہوتے ہیں۔ فرد اس بیت کو کہتے ہیں جس میں کوئی خاص مگر مکمل مضمون نظم کیا گیا ہو گویا فرد ایک مختصر نظم ہے جو تکمیل مضمون کے لیے اور اشعار کی محتاج نہیں۔
”اصطلاح میں کسی شاعر کا کوئی ایسا تنہا شعر جو کسی نظم، غزل، قصیدہ، قطعہ یا مثنوی کا جزو نہ ہو فرد کہلاتا ہے۔“ (۱۳)

خواجہ میر درد دہلوی کا حمدیہ فرد درج ذیل ہے:

اگر نہاں ہے تو تو ہے
وگر عیاں تو ہے
غرض کہ دیکھ لیا میں جہاں
تہاں تو ہے

یاس یگانہ چنگیزی کے حمدیہ فرد

کس کے دم کی روشنی زندان آب
و گل میں ہے
کون سا تنہا نشین وحدت سرائے دل
میں ہے
بتوں کو دیکھ کے سب نے خدا کو
پہچانا
خدا کے گھر تو کوئی بندہ خدانہ
گیا

ہائیکو

یہ ایک جاپانی صنف ہے۔ اس صنف کو انگریزی اور اردو دونوں میں اپنایا گیا ہے۔ اس میں تین مصرعے ہوتے ہیں۔ پہلا اور تیسرا مصرع چھوٹا اور دوسرا بڑا ہوتا ہے۔ سہ مصرعی ہیئت میں ہائیکو اب ایک مقبول صنف سخن ہے۔ اس کی ہیئت میں بھی تجربے ہوتے ہیں۔ ہائیکو کے موضوعات متنوع ہیں۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری کہتے ہیں:

”ہائیکو نامی مختصر نظم صرف تین مصرعوں پر مشتمل ہوتی

ہے پہلے مصرع میں پانچ دوسرے میں سات اور تیسرے میں

پانچ صوتی آہنگ ہوتے ہیں۔“ (۱۳)

اردو شعراء نے ہائیکو کی صنف میں بھی حمدیہ اشعار لکھے ہیں۔ ملاحظہ

ہوں:

محسن بھوپالی	طاہر سلطانی
یارب تیری شان	اے میرے ستار
لفظوں سے ہے بالا	مجھ کو بھی اب
تر	کر دے تو
کیسے کروں بیان	آئینہ کردار

سرشار

صدیقی

اے میرے معبود

حرف ثنا محدود

مرا

تو ہے لا

محدود

سانیت

سانیت چودہ مصرعوں کی ایک قدیم صنف ہے۔ جس کی روایت قدیم اطالوی شعراء تک پہنچتی ہے۔ اس میں ایک خیال یا جذبے کو دو ٹکڑوں میں پیش کیا جاتا ہے۔ یہ خالصتاً مغربی صنف شاعری ہے۔ اردو میں پہلا سانیت راشد نے لکھا۔ لیکن جو سانیت عوام کے ساتھ شائع شدہ صورت میں آیا وہ اختر شیرانی کا تھا اس لیے اختر شیرانی کو اردو میں سانیت کا پہلا شاعر کہا جاتا ہے۔ ابوالاعجاز حفیظ صدیقی کے خیال کے مطابق:

”سانیت ایک مغربی صنف سخن ہے جو چودہ مصرعوں پر

مشتمل ہوتی ہے۔“ (۱۶)

مختلف شعراء نے حمدیہ سانیت لکھے ہیں جن میں سے ایک طاہر سلطانی کا

سانیت پیش خدمت ہے۔

طاہر سلطانی

تو ہے داتا تو ہے خالق تیرے ہی ہیں
 سارے جہاں
 تو ہی رہبر تو ہی منزل سب کا ہے تو
 پالنےہار
 قادر مطلق صرف تو ہی ہے تجھ سے
 ہیں یہ لیل و نہار
 تجھ سے ہی ہم آس لگائیں ہم کو عطا
 کر اپنی اماں

تیری عبادت کرتے ہیں ہم تیری مدد کے
 طالب ہیں
 سیدھا رستہ ہم کو دکھا کر بگڑے ہوئے
 سب کا م بتادے
 امت ہیں ہم تیرے نبی کی ہم کو عذاب
 سے اپنے بچا لے
 حرص و ہوس کا سایہ ہم پر، میلے
 ہمارے قالب ہیں

مٹی کا اک پُتلا بنا کر اس میں رب نے
 جان ڈالی
 اک کے علاوہ ، حکم خدا سے سب نے
 سجدہ اس کو کیا
 جس نے غرور کیا تھا اس کو ، لعنت
 کا اک طوق ملا
 حکم خدا کے ہر منکر نے ، کو اپنی
 قسمت کا لی

مالک کا اس طرح کرم ہو، طاہر
 ہواور اس کا جرم
 سجدوں میں ہو لَدَّتِ ایمان لب پہ دعا ہو
 آنکھ بھی نم

مسمط

مسمط عربی زبان کے لفظ تسمیط سے مفعول ہے۔ اس کے معنی دھاگے میں موتی پرونا کے ہیں۔ مسمط کی آٹھ قسمیں ہیں:-

- ۱۔ مثلث
- ۲۔ مربع
- ۳۔ مخمس
- ۳۔ مسدس
- ۵۔
- ۶۔ مٹمن
- ۷۔ مسبع
- ۸۔ معشر
- ۹۔ مستع
- ۱۰۔ مثلث

مثلث میں تین تین مصرعوں کے بند ہوتے ہیں۔

مظفر وارثی

حمد

صبح تعریفیں، شام تعریفیں
ختم تجھ پر تمام تعریفیں

اے جہانوں کے پائے والے

ہم ترے ساری کائنات تری
کس قدر ہے رحیم ذات تری

مشکلوں سے نکالنے والے

مربع

اس میں چار چار مصرعوں کے بند ہوتے ہیں۔

پروفیسر سمیع اللہ قریشی:

حمد

وہی جو رات کو پہنائے دن کا
پیراہن

جو بادلوں کو مسخر کرے فضاؤں
میں

وہی جو مُردوہ زمینوں کو زندگی
بخشے

دوام گونجتا ہے جس کا کہکشاؤں
میں

پھاڑ گاڑے ہیں جس نے زمین کے
 سینے میں
 اُسی کا نور زمینوں میں آسمانوں
 میں
 وہ جس نے شان سے ہر جاندار پیدا
 کیا
 اُسی کا حکم کہ جاری ہے سب
 جہانوں میں

مخمس

وہ نظم جس کا ہر بند پانچ مصرعوں پر مشتمل ہو مخمس کہلاتی ہے۔

نظیر اکبر آبادی کی حمد

خدا کی ذات ہے وہ ذوالجلال
 والاکرام
 اُسی نے ارض و سموت کو
 دیا ہے نظام
 کہ جس سے ہوتے ہیں پروردہ سب
 خواص و عوام
 اُسی کی ذات کو ہے دائماً ثبات و قیام
 قدیر و حیّ و کریم
 ومہیمن و منّام

مسدس

اس میں چھ چھ مصرع کا بند ہوتا ہے۔

میر ببر علی انیس کی حمد

یا رب چمن نظم کو
 گلزار ارم کر
 اے ابر کرم خشک زراعت
 پہ کرم کر
 تو فیض کا مبدا ہے تو جہ
 کوئی دم کر
 گم نام کو اعجاز بیانوں میں
 رقم کر
 جب تک یہ چمک مہر کے پر
 تو سے نہ جائے
 اقلیم سخن میرے قلم رو سے
 نہ جائے

مسبع

یہ سات مصرعوں کو بند ہوتا ہے۔

مثنیٰ

مولانا اسماعیل میرٹھی کی حمدیہ مثنیٰ:

جمگھٹ تھا بھی	یاں	مجمع تھا کبھی	یاں حکماء و
وزراء اور امراء	کا	علماء	کا
چرچہ تھا شب و روز	یہاں	ہوتا تھا ادا	خطبہ بلند حمدو ثنا
ذکر خدا	کا	کا	کا
ایک قافلہ ٹھہرا	تھا یہاں	جو کچھ تھا	گزر جانے میں
عزو	علا	کا	جھونکا تھا ہوا

ہیں اب تو نمازی میرے باقی
یہی دو تین
یا دھوپ ہے یا چاندنی یا سایہ
مسکین

متسع

متسع میں نو نو مصرعوں کا بند ہوتا ہے

معشر

معشر مسط کی آٹھویں قسم ہے۔ اس کے ہر بند میں دس مصرعے ہوتے ہیں۔

نظیر اکبر آبادی حمدیہ معشر

پہلے تو حمد خالق ارض و سما	بعد اس کے	پھر میں نعت
لکھوں	شہ انبیاء	لکھوں
گر عمر بھر میں اس کو لکھوں تو	بے انتہا ہے وہ	تو غرض تا کجا
بھی کیا لکھوں	لکھوں	لکھوں
لازم ہے اس میں طبع کو عجز	کچھ وصف حسن کا	لکھوں کچھ
آشنا لکھوں	عشق کا	لکھوں
کچھ ناز کچھ نیاز یہ فکر	ہے حی میں لیلیٰ	مجنوں کا کچھ
رسالکھوں	ماجرا	لکھوں

سچ پوچھیے تو دونوں عجب کام
کر گئے

معشوقی عاشقی میں غرض نام
کر گئے

حوالہ جات

- 1- رفیع الدین ہاشمی: ”اصناف ادب“ لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۲ء، ص ۲۳
- 2- ابوالاعجاز حفیظ صدیقی: ”اصناف ادب“ لاہور سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۲ء، ص ۴۹
- 3- رشید وارثی: ”مبادیات حمد“ ص ۱۸
- 4- ڈاکٹر سید یحییٰ نشیط: ”اردو میں حمد و مناجات“ لاہور، فضلی بک سینٹر، ص ۵۶
- 5- ڈاکٹر وزیر آغا: ”نظم جدید کی کروٹیں“ لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ء، ص ۲۱
- 6- ڈاکٹر فرمان فتح پوری: ”اردو شاعری کا فنی ارتقا“ لاہور، الوقار پبلی کیشنز، ص ۸۹
- 7- مولوی نور الحسن نیئر: ”نور اللغات“ اسلام آباد، نیشنل بک فاؤنڈیشن، ص ۸۷۰
- 8- ابوالاثر حفیظ صدیقی: ”کشاف تنقیدی اصطلاحات“ اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ص ۱۴۳
- 9- ڈاکٹر گیان چند جین: ”اردو مثنوی شمالی بند میں (جلد اول)“ دہلی، انجمن ترقی اردو ہند، ۱۹۸۷ء، ص ۱۱
- 10- حافظ محمود شیرانی: ”تنقید شعر العجم“ اورنگ آباد، انجمن ترقی اردو اورنگ آباد، ص ۳۵
- 11- حیدر قریشی: ”اردو ماہیا تحقیق و تنقید“ لاہور، الوقار پبلی کیشنز، ص ۶۲
- 12- <http://wikipedia.org.2-1-22>
- 13- ابوالاعجاز حفیظ صدیقی: ”کشاف تنقیدی اصطلاحات“ اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ص ۱۳۳
- 14- ڈاکٹر فرمان فتح پوری: ”اردو شاعری کا فنی ارتقا“ ص ۵۳۸

15- ابوالاثر حفیظ صدیقی: ”کشاف تنقیدی اصطلاحات“ اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ص ۱۴۳

References

1. Rafi ud Din Hashmi: “Asnaf-e-Adab” Lahore, Sang-e-Meel Publications, 2012, P.23
2. Abu Al-Ijaz Hafeez Siddique: “Asnaf-e-Adab” Lahore, Sang-e-Meel Publications, 2012, P.79
3. Rasheed Warsi: “Mubadiyat Hamd” P.18
4. Dr. Syed Yahya Nasheet: “Urdu Main Hamd-o-Manajat” Lahore, Fazli Book Center, P.56
5. Dr. Wazir Agha: “Nazm Jadeed Ki Karwatain” Lahore, Sang-e-Meel Publications, 2007, P.21
6. Dr. Farman Fateh Puri: “Urdu Shairi ka Fani Irtiqa” Lahore, Al-Waqar Publications, P.89
7. Molvi Noor ul Hassan Nayar: “Noor ul Lughat” Islamabad, National Book Foundation, P.870
8. Abu Al-Asar Hafeez Siddique: “Kashaf Tanqeedi Istalahat” Islamabad, Muqtadra Qaumi Zuba, P.173
9. Dr. Gyan Chand Jain: “Urdu Masnavi Shamali Hind Ma” (Vol.1) Dehli, Anjuman Tarqi Urdu Hind, 1987, P.11
10. Hafiz Mahmood Sherani: “Tanqeed Shair ul Ajam” Aurangabad, Anjuman Tarqi Urdu, P.35
11. Haider Qureshi: “Urdu Mahiya Tehqeeq-o-Tanqeed” Lahore, Al-Waqar Publications, P.62
12. <http://wikipedia.org.2-1-22>
13. Abu Al-Ijaz Hafeez Siddique: “Kashaf Tanqeedi Istalahat” Islamabad, Muqtadra Qaumi Zuba, P.133
14. Dr. Farman Fateh Puri: “Urdu Shairi ka Fani Irtiqa” P.538
15. Abu Al-Ijaz Hafeez Siddique: “Kashaf Tanqeedi Istalahat” Islamabad, Muqtadra Qaumi Zuba, P.173